مسلم اتحاد کا نقیب اور عزم و ہمت کا استعارہ: محمد علی جناح

ڈاکٹر رحمت علی شاؔد

Dr. Rahmat Ali Shad

Head of Urdu Department,

Govt. Faridia Postgraduate College, Pakpattan.

Abstract:

Muhammad Ali Jinnah, one of the great persons, leader of the nation is an eminent leader who is honoured as a symbol of firm determination and muslim unity. He was a successful lawyer, wise person, influential leader, sincere human being and an erudite politician. He was highly talented man who had strong faith in hardwork and constant struggle. He won a separate homeland with his continuous and untiring efforts. He, with his profound political insight and impressive leadership abilities released the muslims of subcontinent from the clutches of slavery. He was a man of principles indeed. As a tribute to his services for the people, nation awarded him the titles of Quaid e Azam, Baba e Qaum and Baba e Millat. Without any shred of doubt, he was distinguished and history making personality of the twentieth century.

ملت کا پاسباں ہے محمد علی جناح
ملت ہے جسم، جاں ہے محمد علی جناح(۱)

دنیا میں عظیم شخصیات روز روز جنم نہیں لیتیں بل کہ بڑے لوگوں کی پیدائش کے لیے تاریخ کو سالوں انتظار کرنا پڑتا ہے تب جا کے کہیں بڑی اور نابغہ روزگار شخصیت کا ظہورعمل میں آتا ہے؛ ایسی ہی ایک عبقری شخصیت قائداعظم محمد علی جناح ۲۵ دسمبر ۱۸۷۶ء کو کراچی کے تاجر گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد پونجا جناح کا اصل وطن راج کوٹ تھا؛ جہاں وہ چمڑے کا کاروبار کرتے تھے لیکن کاروبار

اور تجارت کی غرض سے وہ کراچی آ گئے؛ جلد ہی ان کا شمار کراچی کے متمول تاجروں میں ہونے لگا۔

قائداعظم محمد علی جناح نے ابتدائی تعلیم اپنی مادری زبان گجراتی میں اپنے گھر پہ ہی حاصل کی۔ دس سال کی عمر میں ان کو سندھ مدرسۃ الاسلام میں داخل کرا دیا گیا جہاں سے انہوں نے ۱۸۹۲ء میں میٹرک پاس کیا۔ پھر ۱۸۹۳ء میں قائداعظم کو ان کے والد پونجا جناح نے اپنے ایک انگریز دوست کے مشورے سے انگلستان بھیج دیا؛ وہاں انہوں نے ایک معروف ادارے لنکنز ان (Linconnsinn) میں داخلہ لے لیا اور اپنی سخت محنت، خلوص اور لگن سے وہاں سے بار ایٹ لاء کی ڈگری حاصل کی۔ انگلستان جانے سے پہلے ان کی شادی رتی بائی (رتی جناح) سے کر دی گئی تھی۔ انگلستان کے قیام کے دوران ان کے گھر کے حالات بہت خراب ہو گئے۔ ان کے والد کا کاروبار بالکل تباہ ہو کر رہ گیا ان کی والدہ اور ان کی بیوی اس جہانِ فانی سے کوچ کر گئیں۔ وطن واپسی پر انہوں نے کراچی میں اپنی لاء پریکٹس کا آغاز کیا؛ یہاں انہوں نے اپنا پہلا مقدمہ اپنے ہی والد کا لڑا؛ اپنی قابلیت اور بصیرت کے بل بوتے پر جیت بھی لیا لیکن کراچی میں ان کی پریکٹس کوئی خاص نہ چل سکی؛ اس کے بعد وہ بمبئی چلے گئے وہاں ان کی پریکٹس خوب چل نکلی اور اس طرح ان کا شمار بمبئی کے چوٹی کے وکیلوں میں ہونے لگا۔

۱۹۰۹ء میں وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کے ممبر مقرر ہوئے۔ اس وقت کانگرس اپنے سیاسی سفر کا آغاز کر چکی تھی۔ قائداعظم کو سیاست کے ساتھ دلچسپی شروع سے ہی تھی۔ ان کی یہ دلچسپی، آزادی کی لگن اور مسلمانوں کے مستقبل کی فکر انہیں کانگرس کی طرف لے گئی انہوں نے اپنی محنت، خلوص اور جدوجہد سے کانگرس میں ایک نمایاں مقام بنا لیا۔ اہلِ بمبئی ان کی شخصیت کے نہ صرف گرویدہ ہو گئے بلکہ ان کی خدمات کے صلے میں بمبئی میں ''جناح ہال'' بھی تعمیر کروا دیا؛ چند ناگزیر وجوہات کی بنا پر ان کے لیے ضروری ہو گیا اور انہوں نے ۱۹۱۳ء میں مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی۔ مسلم لیگ کی جدوجہد میں قائداعظم کو علامہ اقبال کی تائید حاصل تھی۔ ہندوستان کی آزادی اور ایک الگ اسلامی مملکت کے قیام کے مسائل پر علامہ اقبال اور قائداعظم کے مابین اہم خط و کتابت ہوتی رہی۔ علامہ اقبال کے ایک خط سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کی آزادی کے حوالے سے بہت سی توقعات قائداعظم سے وابستہ کر لی تھیں۔ انہوں نے قائد کو ایک خط میں لکھا تھا:

> ''اس وقت مسلمانوں کو اس طوفانِ بلا خیز میں؛ جو شمال مغربی ہندوستان اور شاید ملک کے گوشے گوشے سے اٹھنے والا ہے؛ صرف آپ ہی کی ذات سے راہنمائی کی توقع ہے۔''(۲)

قائداعظم ایک اولوالعزم، مدبر، حوصلہ مند رہنما، حد درجہ مخلص انسان اور زبردست فہم و فراست کے مالک سیاست دان تھے؛ واقعی وہ ایک عظیم اور محنت پر یقین رکھنے والے انسان تھے۔ ان کی تمام تر بڑائی ان کی شخصی محنت اور جدوجہد میں پوشیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بے پناہ صلاحیتیں ان کی

جبلت میں ودیعت کر رکھی تھیں۔ ایک بار جو وہ ٹھان لیتے، اس میں پھر تبدیلی ممکن نہ ہوتی۔ بقول فیض احمد فیضؔ:

جو رکے تو کوہِ گراں تھے ہم، جو چلے تو جاں سے گزر گئے
رہِ یار ہم نے قدم قدم، تجھے یادگار بنا دیا(۳)

وہ ایک ایسے مردِ آہن تھے جن کے مستحکم ارادوں کو متزلزل کرنا آسان نہ تھا۔ وہ اپنی قوم وملت کے ایسے جرنیل تھے جس کے حکم سے سپاہیوں کو انحراف کی مجال نہ ہوتی تھی۔ وہ جس بات کا عزم کر لیتے اسے پورا کر کے ہی چھوڑتے۔ وہ ایک بے لوث اور مدبر سیاست دان تھے۔ بابائے قوم نے اپنی قائدانہ صلاحیتوں کی بدولت جنوبی ایشیاء کے مسلمانوں کو نہ صرف خوابِ غفلت سے بیدار کیا بل کہ انھیں مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع کر کے دوقومی نظریہ کی بناء پر ایک نئی اسلامی مملکت کی بنیاد بھی رکھی۔ انہوں نے ہر طرح کی مشکلات کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا اور ہر رکاوٹ کو گرا کر پاکستان کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کر دکھایا۔

۱۹۳۰ء میں علامہ اقبال نے خطبہ الٰہ آباد پیش کیا؛ جس میں انہوں نے مسلمانوں کے لیے ایک الگ ریاست کا تصور دیا۔ برِعظیم میں جب دو قومی نظریہ زور پکڑ گیا تو علامہ اقبال نے اس تصور کو آگے بڑھایا۔ چودھری رحمت علی نے اس کو پاکستان کا نام دیا۔ اب مسلمانوں کو ایک ہدف مل چکا تھا؛ اپنے اس ہدف کی تکمیل کے لیے مسلمانوں نے سرتوڑ کوششیں شروع کر دیں۔ بقول حیدر علی آتشؔ:

تھکیں جو پاؤں تو چل سر کے بل نہ ٹھہر آتشؔ
گلِ مراد ہے منزل میں، خار راہ میں ہے(۴)

قائداعظم ایک قادر الکلام مقرر، بے بدل قانون دان، نڈر سیاست دان اور ایک فرض شناس انسان تھے جنہوں نے اپنے مقصد کے حصول کے لیے اپنا تن، من، دھن سب کچھ قربان کر دیا۔ وہ ایک ایسے مخلص اور بے ریا میر کارواں تھے؛ جن کے بے پناہ جذبے اور بے بدل قائدانہ صلاحیتوں کے سامنے منزلیں آسان ہوتی چلی گئیں۔ بقول شاعر:

مخلص تھا، بے ریا تھا محمد علی جناح
ملت کا ناخدا تھا، محمد علی جناح
پہنچا گیا جو منزلِ مقصود تک ہمیں
وہ میرِ قافلہ تھا محمد علی جناح(۵)

محمد علی جناح جرات وعظمت کا نشان تھے؛ جن کی زندگی کا مقصد اللہ کی رضا اور ہدف ثریا تھا۔ جس کی ضرب، ضربِ کاری تھی۔ کردار کے اس عظیم سپاہی اور گفتار کے معظم ترین سالار نے پاکستان کی صورت میں عظیم اسلامی مملکت بنا کر سب کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ قائداعظم نے اپنی زندگی کا ایک بڑا

حصہ جدوجہدِ پاکستان میں گزارا۔ ان کی ذات میں جو نمایاں خوبی اور عظمت پنہاں تھی وہ یہ کہ انہوں نے کبھی بھی اپنے اصولوں کا سودا نہیں کیا۔ دنیا کا کوئی لالچ اور مفاد ان کے پاؤں نہیں ڈگمگا سکا۔ ان کو اپنے موقف کی سچائی اور ناقابلِ تسخیر عزم پر اس درجہ یقین اور اعتماد تھا کہ مذاکرات جب کبھی ہوتے تو کوئی ان کو نیچا نہیں دکھا سکتا تھا۔ انہوں نے اپنے تدبر، فہم و فراست، عقل و دانش، اولوالعزمی اور ثابت قدمی کی بدولت قیامِ پاکستان کے حوالے سے آنے والی لاتعداد رکاوٹوں کو اپنے فہم اور حسنِ تدبر سے اس طرح ختم کیا کہ مخالفین دیکھتے ہی رہ جاتے۔

پاکستان کا حصول قائداعظم کی فراست اور مدبرانہ قیادت ہی کی بدولت ممکن ہوا۔ انہوں نے مسلمانوں کو غلامی کی زنجیروں سے رہائی دلا کر ایک آزاد اور خودمختار قوم کے مرتبے پر فائز کیا کہ وہ اپنی مرضی اور خواہشات کے مطابق زندگی گزار سکیں؛ جہاں اسلام اور اس کے بنیادی اصولوں کے مطابق رہا جا سکے۔ انہوں نے برعظیم کے مسلمانوں کے اندر عزم و ہمت پیدا کر کے انہیں ایک عظیم اسلامی مملکت کا وارث بنا دیا۔ اس حوالے سے ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے قائداعظم نے فرمایا تھا:

> ''قیامِ پاکستان جس کے لیے ہم گزشتہ دس سالوں سے جدوجہد کر رہے تھے؛ خدا کا شکر ہے کہ آج ایک مسلّمہ حقیقت ہے۔ اپنے لیے ایک مملکت قائم کرنا ہی ہمارا مقصود نہیں بلکہ یہ تو مقصد کے حصول کا ذریعہ تھا۔''(۶)

قائداعظم کی زندگی کے کسی پہلو، کسی گوشے پر نظر کریں آپ کو سلیقہ مندی، اصول پسندی، شائستگی، نفاست، تدبر اور نظم و ضبط کی ایک واضح جھلک دکھائی دے گی؛ یہی وہ روایات و اقدار تھیں جن کی بدولت قائدِ ملت نے ہر میدان میں نمایاں کامیابیاں حاصل کیں۔ ان کا ظاہر باطن ایک جیسا تھا اسی وجہ سے ان کی شخصیت اور ان کی سیاست میں ریاکاری اور فریب نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ انہوں نے پاکستان کے حصول کے لیے جو بھی موقف اپنایا؛ وکالت میں سچائی کو ہمیشہ ملحوظِ خاطر رکھا۔ انہوں نے قانون کی تعلیم حاصل کی تو ایک زیرک اور معروف قانون دان کی حیثیت سے وکالت کے پیشے میں عظمت و وقار کا ایک اعلیٰ معیار قائم کیا؛ یہاں تک کہ غیروں نے بھی آپ کی قانونی بصیرت اور فہم و ادراک کا صدقِ دل سے اعتراف کیا۔ قائداعظم محمد علی جناح سیاست کے میدان میں آئے تو ہمیشہ اصولوں کی سیاست کی کیوں کہ انہوں نے اپنے موقف کی سچائی اور اصول پسندی کی بدولت بڑے بڑے چالاک سیاست دانوں کو شکستِ فاش دی۔ ان کی سحر انگیز شخصیت کے سامنے بڑے بڑے ہندو لیڈر اور اکابر قانون دان گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گئے؛ متعدد غیر مسلم مفکروں، مدبروں اور دانشوروں نے بھی ان کی سیاسی بصیرت کو تسلیم کیا۔

قائدِ ملت محمد علی جناح نے برعظیم کے مسلمانوں کی بیداری، آزادی اور ان کے لیے ایک

الگ مملکت؛ جس کے لیے ان تھک محنت اور جدوجہد کی وہ ہماری تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔ قائد اعظم عزم وہمت کے ایک شان دار مینار تھے۔ وہ ہر کام انتہائی سمجھداری، قرینے اور سلیقے سے کرتے تھے اسی لیے ان کو زندگی میں کسی موڑ پر شرمندگی اور ندامت کا سامنا نہیں کرنا پڑا؛ اسی منظّم زندگی، کھرے اور راست گو ہونے کی بدولت اپنے تو اپنے غیر بھی ان کی قابلیت کا لوہا مانتے تھے۔ ہندو، مسلم ہر طبقے سے تعلق رکھنے والے ہر طرح کے لوگ ان کے پرستاروں میں شامل تھے۔ قائدِ ملت کی اعلیٰ خصوصیات اور علم وعرفان سے سروجنی نائیڈو بھی کافی حد تک متاثر تھیں۔ انہوں نے ۱۹۱۸ء میں جناح پر ایک کتاب ''جناح: ہندو مسلم اتحاد کا علمبردار'' لکھی۔ ۱۹۱۰ء میں وہ پہلی بار جناح سے کلکتہ میں ہونے والے کانگرس کے اجلاس ملی تھیں وہ ان کے متعلق لکھتی ہیں:

> ''بہت کم ایسی شخصیتیں ہوتی ہیں جن کی بیرونی خصوصیات ان کی اندرونی خلوص کی گرمی سے میل نہیں کھاتیں۔ لانبے، شاہانہ وقار والے، دبلے اتنے کہ فاقہ زدگی کا شائبہ ہو، عادات اور مزاج میں سست رو، نفیس؛ یہ تھے محمد علی جناح۔ ان کی آڑ میں ان کی زندگی سے بھرپور سرگرمی اور تحمل چھپا ہے۔ نہایت نفاست طبع، شاہانہ آن بان، پرسکون اور خاموش مگر لگے بندھے؛ مگر واقف کاروں کے لے اپنا پن سمیٹے، ایک منفرد اور پرجوش پیکر انسانیت، نہایت تیزفہم، عورت کی طرح نرم ونازک، بچوں کی طرح خوش مزاجی کے مالک، استدراک اور عمل کے پجاری محتاط اور غیر جذباتی۔ ان کے دنیاوی علم کا سکون وآگہی بڑی شان سے ان کے عظیم آدرش کو اپنے میں پوشیدہ رکھے ہوئے ہے۔''(۷)

محمد علی جناح ایک اعتدال پسند لیڈر تھے۔ ان کی لامحدود قربانیوں اور جدوجہد کی بدولت بے شمار لوگ ان کی بے پناہ عزت کرتے تھے۔ اپنی زندگی میں ہی جناح قابلِ تقلید شخصیت بن چکے تھے۔ ایک جگہ پر ان کی بیٹی دینا اپنے باپ کو مبارک باد دیتے ہوئے احساسِ تفاخر کے ساتھ لکھتی ہیں:

> ''میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتی کہ پچھلے چند سالوں میں جو کامیابی آپ نے حاصل کی ہے وہ حیرت انگیز ہے اور میں آپ سے اپنی نسبت کو باعثِ فخر وانبساط محسوس کرتی ہوں۔ پورے ہندوستان میں آپ وہ واحد شخص ہیں جو حقیقت پسند، راست گفتار اور ماہر مدبر ہیں۔ اگرچہ آپ جو چاہتے ہیں وہ سب حاصل نہ کر سکے مگر اس کے باوجود بہت پیش رفت ہوئی ہے۔ اب آپ کے سامنے سب سے

بڑا مرحلہ درپیش ہے یعنی پاکستان کو عملی جامہ پہنانا۔ میں جانتی ہوں
آپ اس میں بھی کامیاب ہوں گے۔''(۸)

۲۳۔ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور میں مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس ہوا؛ اسی جلسے میں قراردادِ پاکستان منظور ہوئی۔ مسلمانوں کو بصورتِ آزادی امید کی کرن نظر آنے لگی پھر اس کے بعد برعظیم میں آزادی کے لیے کوششوں نے زور پکڑ لیا۔ ہندوؤں نے اس جدوجہد کو روکنے کی ازحد کوشش کی مگر ناکام رہے وہ اپنی تعصب پر مبنی گھٹیا حرکتوں کے باوجود مسلمانوں کی اس تحریک کو نہ دبا سکے کیوں کہ اس تحریک میں قائدِ ملت کی سخت محنت اور اللہ تعالیٰ کی مہربانی شامل ہو چکی تھی۔

قائداعظم محمد علی جناح بھی کچھ دیگر اکابرین کی طرح شروع شروع میں مسلم ہندو اتحاد کے خواب دیکھ رہے تھے لیکن جلد ہی انہوں نے اس ساری صورتِ حال کو بخوبی سمجھ لیا کہ مسلمان اور ہندوؤ دو الگ قومیں ہیں اور ان کو ایک لڑی میں پرویا نہیں جا سکتا؛ اس لیے یہ ضروری ہے کہ ایک الگ اسلامی ریاست کا قیام عمل میں لایا جائے جس میں مسلمان اپنی مذہبی روایات کے مطابق آزادی سے زندگی گزار سکیں۔ ہندوؤں نے بھرپور کوشش کی کہ وہ پاکستان کو بننے سے روکیں لیکن قائد ملت کی سیاسی بصیرت اور بے لوث قیادت نے ہندوؤں کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملا دیا کیوں کہ قائداعظم کسی کے سامنے جھکنے والے نہیں تھے۔ وہ ایک مستقل مزاج اور ثابت قدم لیڈر تھے اور ان کی تمام تر کوششیں ذاتی مفاد سے بالاتر تھیں۔ پوری قوم کی نظریں قائد پر لگی ہوئی تھیں چناں چہ ۳ جون ۱۹۴۷ء کو برطانوی حکومت نے ہندوستان کی تقسیم کا اعلان کر دیا بالآخر بابائے قوم کی محنت رنگ لائی اور ۱۴۔ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان دنیا کے نقشے پر نمودار ہو گیا۔ ۱۴۔ اگست ۱۹۴۸ء پاکستان کی پہلی سالگرہ کے موقع پر قائداعظم نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا:

''یاد رکھیئے! پاکستان کا قیام ایک ایسا واقعہ ہے جس کی تاریخ میں کوئی مثال نہیں مل سکتی۔ یہ دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت ہے اور اگر ہم نے دیانت داری، تندہی اور بے غرضی کے ساتھ کام کیا تو یہ بھی سال بہ سال ترقی کرتی رہے گی۔ مجھے اپنی عوام پر کامل بھروسہ ہے اور یقین ہے کہ ہر موقع پر وہ اسلام کی تاریخ، شان و شوکت اور روایات کے مطابق عمل پیرا ہوں گے، قدرت نے ہر چیز سے آپ کو سرفراز کیا ہے، آپ کے پاس لامحدود وسائل موجود ہیں، آپ کی ریاست کی بنیادیں مضبوطی سے رکھ دی گئی ہیں، اب آپ کا کام یہ ہے کہ اس کی تعمیر کریں۔ جلد از جلد اور عمدہ سے عمدہ تعمیر۔۔۔ سو آگے بڑھیے اور بڑھتے ہی جایئے۔''(۹)

جب پاکستان معرضِ وجود میں آ گیا تو اس نوزائیدہ مملکت کو سنبھالنا بہت مشکل کام تھا اور بابائے قوم نے یہ فریضہ بڑے ہی بااحسن طریقے سے سرانجام دیا۔انہوں نے ہندوستان سے آئے ہوئے ، لٹے پٹے بے یارومددگار مہاجرین کے لیے رہائش،خوراک اور علاج وغیرہ کا بندوبست بڑی خوبی سے کیا؛ وہ بہت زیرک اور دوراندیش تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ مسلمان ساری زندگی انگریزوں اور ہندوؤں کی غلامی میں گزاردیں بلکہ وہ مسلمانوں کو آزاد اور ہر میدان میں کامیاب دیکھنا چاہتے تھے کیوں کہ پاکستان کو شروع دن سے ہی متنوع، پیچیدہ اور سنگین مسائل سے دوچار ہونا پڑا جو اس ملک کی بقا کے لیے خطرہ بنے ہوئے تھے۔ پاکستان کے قیام کے بعد قائداعظم کو پاکستان کا پہلا گورنر جنرل بنایا گیا۔ قائد ملکی مسائل کو بااحسن طریقے سے لےکر آگے چلے جس سے وطنِ عزیز اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا لیکن بدقسمتی یہ تھی کہ قائداعظم کو ٹی بی جیسا موذی مرض لاحق تھا؛ ان کے پھیپھڑے مکمل طور پر دق کا شکار ہو چکے تھے۔ جب ان کا جسم اور دماغ تھکن سے چور ہو جاتے تو بھی وہ اپنی فائلوں کے مطالعے میں مستغرق رہتے ۔ڈاکٹر پٹیل نے ان کے ایکسرے دیکھے تو حیران رہ گئے کہ یہ شخص زندہ کیونکر ہے اور اتنی جدوجہد اور محنت سے کام کیسے کر رہا ہے۔؟ قائدِاعظم نے اپنے مخصوص انداز سے انگلی کھڑی کی اور پارسی ڈاکٹر پٹیل سے کہا کہ ڈاکٹر صاحب! مجھے امید ہے کہ آپ اپنے مقدس پیشے کا لحاظ کرتے ہوئے میری بیماری کے متعلق کسی کو کچھ نہیں بتائیں گے۔ جب تک قائداعظم زندہ رہے بمبئی کے اس پارسی ڈاکٹر پٹیل نے اپنے پیشے کے تقدس کو مجروح نہیں ہونے دیا۔قائد کی بیماری آخر تک ایک راز ہی رہا؛ یہاں تک کہ خفیہ ایجنسیاں بھی اس بات کا سراغ نہ لگا سکیں۔ ہندوستان کے آخری وائسرائے اور پہلے گورنر جنرل لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے اپنے آخری انٹرویو میں کہا تھا:

''اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ مسٹر جناح اتنے بیمار ہیں اور چند برس سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتے تو ہم تقسیمِ ہند کو ٹال سکتے تھے۔''(۱۰)

برِعظیم کے مسلمانوں نے جب قائداعظم کی سربراہی میں وطنِ عزیز کے لیے جدوجہد کا آغاز کیا تھا تو اس وقت مسلمان عوام کے اپنے قومی وطن کے لیے بڑے رومانی اور تصوراتی نظریات تھے؛ وہ یہ کہ ایک بڑی منفرد سی اور ایک اعلیٰ وارفع قسم کی سلطنت ہوگی جہاں جمہوریت ہوگی ، روشن مستقبل ہوگا، محفوظ جائے پناہ ہوگی؛ جہاں سب اپنی زندگی اسلام کے اصولوں کے مطابق گزار سکیں گے لیکن جونہی پاکستان وجود میں آیا تو پورا منظرنامہ ہی تبدیل سا ہوتا ہوا محسوس ہوا۔ بے لوث خدمت کا جذبہ مفقود ہو گیا،صوبوں میں اقتدار کی کھینچا تانی ، رشوت ستانی اور ناجائز مفاد پرستی کا ایک سلسلہ سا شروع ہو گیا۔ حصولِ پاکستان کے بعد جلد ہی پاکستان کو طرح طرح کے مسائل نے گھیر لیا لیکن قائدِ ملت محمد علی جناح ہر لمحہ قوم کے لیے کچھ نہ کچھ کرتے رہے۔ اس دوران قائدِاعظم نے پاکستان کی تعمیر وترقی ، معاشی استحکام، ہمسایہ ممالک سے خوش گوار تعلقات ، پاکستان کی مسلح افواج اور دیگر بہت سے شعبہ ہائے زندگی

کے متعلق اپنی تقاریر کے ذریعے اپنی قوم کے سامنے بہترین لائحہ عمل پیش کیا؛ اسی دوران قائد نے ہندوستان سے نہ آسکنے والے مسلمانوں کے متعلق ہمدردی اوران کی بے پایاں قربانیوں کا بھی اعتراف کیا۔ وہ ایک نہایت کامیاب، بااصول اور راست گو بیرسٹر تھے۔ اپنی وکالت کے دنوں میں انہوں نے اپنی قلیل آمدنی کے باوجود کبھی اپنے پیشے کے وقار پر آنچ نہ آنے دی۔ ۱۹۴۷ء میں پاکستان کی قانون ساز اسمبلی سے اسلامی جمہوریت کے حوالے سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

> ''آیئے! ہم اس جمہوریت کی بنیاد ڈالیں جس کی جڑیں اسلامی اصولوں اور ضوابط میں ہوں۔''(۱۱)

پاکستان کے قیام کے بعد بابائے قوم کی طبیعت زیادہ بگڑنے لگی انہیں اپنی صحت اور وطنِ عزیز دونوں طرف سے بے شمار مصائب اور مسائل کا سامنا رہا پھر بھی تا دمِ آخر انہوں نے ہتھیار نہیں پھینکے بل کہ کہا کرتے تھے کہ پاکستان قائم رہنے کے لیے وجود میں آیا ہے اور انشاءاللہ یہ قیامت تک قائم و دائم رہے گا؛ اس کے بعد ان کی صحت روز بروز گرتی ہی چلی گئی۔ قائد کی بھرپور اور مستعد زندگی کے اختتام کے اندیشے نے ان کے چاہنے والوں کو پریشان کر دیا۔ امریکہ سے سینہ اور پھیپھڑوں کے ایک مشہور ڈاکٹر رگنز (Riggirs) کو بذریعہ ہوائی جہاز بلایا گیا۔ قائداعظم اس قدر کمزور ہو چکے تھے کہ صحیح طریقے سے وہ کھانس بھی نہیں پا رہے تھے۔ ۱۱ستمبر ۱۹۴۸ء کی رات وہ روشنی جو تقریباً پچاس سال اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ درخشاں رہی بالآخر ٹمٹما کر بجھ گئی۔ عالمِ نزع میں ان کی جان نثار بہن فاطمہ جناح ان کے پاس تھیں۔ قائد کی زبان سے جو آخری الفاظ ادا ہوئے جس میں انہوں نے اپنی محبوب بہن فاطمہ کو پکارا فاطی! خدا حافظ اور کلمہ پڑھا جس کے بعد ان کا سر دائیں جانب ڈھلک گیا اور آنکھیں بند ہو گئیں؛ یوں ایک ہمہ گیر رہنما کی زندگی کا اختتام ہوا؛ جن کی آخری سانس تک ملک و ملت کے لیے کوششیں جاری رہیں۔

کسی بھی شخصیت اور اس کی خدمات کا جائزہ لینا ہو تو اس دور کے مشاہیر کی آراء کو دیکھیں کہ وہ اس کے بارے میں کیا نظریہ رکھتے ہیں۔ بابائے قوم محمد علی جناح کی گراں قدر قومی و ملی خدمات کے حوالے سے قائدِ اعظم کے دور کی ہی مختلف معروف شخصیات کی آراء کا مطالعہ کرتے ہیں تا کہ ان کی شخصیت مزید نکھر کر سامنے آجائے۔ بقول مولوی عبدالحق:

> ''قائدِاعظم مرے نہیں، وہ زندہ ہیں اور پاکستان کی شکل میں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔''(۱۲)

قائدِاعظم کے متعلق سر راس مسعود کی رائے ہے:

> ''وہ آزادی کی خاطر انگریزوں سے نبرد آزما ہوئے۔ وہ آزادی کی مہم میں کسی طرح بھی غاصبانہ اقدامات کو برداشت نہیں کر سکتے

تھے۔مسلمانوں کی ذہنی ،معاشرتی ،سیاسی اور ثقافتی روایات کو کسی قیمت پر قربان کرنا انہیں گوارا نہ تھا۔‘‘(۱۳)

سلطان سر محمد شاہ آغا خان لکھتے ہیں:

’’مجھے اپنی زندگی میں بے شمار سیاستدانوں سے سابقہ پڑا۔ لائیڈ جارج، چرچل، کرزن، گاندھی لیکن جناح ان سب میں منفرد تھے۔ میرے خیال میں کوئی شخص بھی زیادہ مضبوط سیرت و کردار کا مالک نہ تھا۔ ہوش وتدبر، عزیمت و استقامت جو سیاست کا سنگِ بنیاد ہیں جناح میں بدرجہ اتم ہیں۔‘‘(۱۴)

سر کاوس جی جہانگیر؛ قائدِاعظم کے حوالے سے اپنی رائے کا اظہار یوں کرتے ہیں:

’’جس راستہ کو وہ صداقت ،حقانیت اور انصاف کا راستہ سمجھ لیتے تھے اس سے کوئی چیز بھی انہیں منحرف نہیں کر سکتی ۔وہ ہمت و استقلال کے دھنی ہیں ۔میں جرات کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ان پر کسی بھی وقت کوئی موقع پرستی اور ابن الوقتی کا الزام نہیں لگا سکتا ۔انہوں نے کبھی اپنی غرض اور اپنے مفاد کو ملکی مفاد پر ترجیح نہیں دی۔‘‘(۱۵)

بقول سر شاب موکھم چٹی (انڈین لیجسلیٹو اسمبلی):

’’وہ بلا شبہ ایک بڑے وطن پرست ، پارلیمانی آداب کے ماہر اور ہندوستان کی زبردست شخصیت ہیں جنھیں کسی ترغیب تا تحریص سے گمراہ نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی ان کی خودداری اور آزادی چھینی جا سکتی ہے۔ان کی زبردست سیاسی شخصیت کا راز اسی اہل اور غیر فانی روح آزادی میں پوشیدہ ہے۔‘‘(۱۶)

قائدِ ملت کے متعلق بیورلے نکلس (معروف انگریز صحافی) کا خیال ہے:

’’ایک محدود مختصر مدت میں ہندوستان دنیا کا نازک ترین مسئلہ بننے والا ہے اور مسٹر جناح اس انقلاب آفریں دور کے ہیرو ثابت ہوں گے۔ وہ اپنی مرضی سے جس طرف چاہیں جنگ کا رخ موڑ سکتے ہیں۔ دس کروڑ مسلمان ان کے ایک اشارۂ ابرو پر سب کچھ کر گزرنے کے لیے تیار ہیں۔ یہ منزلت ہندوستان کے کسی اور لیڈر کو حاصل نہیں ہے۔ ہندوؤں کی پوری صف میں بھی یہ بات نہیں

ہے۔ اگر گاندھی جی چل بسیں تو ان کی جگہ پُر ہوسکتی ہے؛ اچاریہ
پٹیل ہیں لیکن جناح کے بعد کوئی بھی شخص ان کے مقام پر کھڑا
ہونے کا اہل نہیں۔ جناح پاکستان کا طاقتور شہنشاہ ہے؛ جس کی
شخصیت ایشیا میں سب کے زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔'' (۱۷)

وقت ایسے عظیم انسان کم ہی پیدا کرتا ہے جو اپنی ذات کو پس پشت ڈال کر صرف اور صرف آدمیت کی خدمت کریں بلا شبہ قائدِ اعظم بیسویں صدی کی عظیم المرتبت اور تاریخ ساز شخصیت تھے۔ پاکستان کا قیام ان کی دانشمندانہ اور جرات مندانہ قیادت کا اعجاز ہے۔ قائدِ ملت نے دنیا کے نقشے پر ایک نیا ملک ہی نہیں بنایا بلکہ ایک پرانے ملک کو نیا نقشہ اور نیا جغرافیہ عطا کیا اور ہمیں بتا دیا کہ آپ وہاں ہیں جہاں تم زندگی کی لامحدود پنہائیوں تک پہنچ سکتے ہو۔ وہ ایک مخلص مسلمان، درددل رکھنے والے لیڈر اور زیرک سیاستدان تھے۔ مسلم لیگ کی تنظیم نو اور قیام پاکستان کے لیے ان کی کاوشیں ہماری تاریخِ آزادی کا ایک اہم اور روشن باب ہیں۔ ان کی بہترین قومی و ملی خدمات کے عوض قوم نے انہیں قائدِ اعظم، بابائے قوم اور بابائے ملت جیسے القابات سے نوازا۔ قائدِ اعظم جیسی عظیم شخصیت کہیں صدیوں بعد ہی پیدا ہوتی ہے۔ یہ کچھ مسلمان قوم کو اعزاز حاصل ہے کہ اس میں جب بھی کوئی رہنما جنم لیتا ہے تو وہ غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک ہوتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی سے لے کر ڈاکٹر علامہ اقبال اور قائدِ اعظم تک غیر معمولی شخصیتوں کا ایک سلسلہ نظر آتا ہے گو کہ قائدِ ملت ایک مذہبی رہنما نہ تھے لیکن مسلمانوں کے ہر طبقے بشمول علماء نے بھی ان کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ تحریکِ پاکستان کے ممتاز رہنما میاں بشیر احمد نے اپنی لکھی ہوئی یہ نظم آل انڈیا مسلم لیگ کے ستائیسویں سالانہ اجلاس منعقدہ لاہور میں بتاریخ ۲۲ مارچ ۱۹۴۰ء کو قائدِ اعظم محمد علی جناح کی موجودگی میں پڑھی۔

۲۔ محمد عثمان جان، قائدِ اعظم ایک ہمہ گیر شخصیت، ملتان: بیکن بکس، ۲۰۰۵ء، ص: ۲۰۴

۳۔ فیض احمد فیضؔ، نسخہ ہائے وفا، لاہور: مکتبہ کارواں، س ن، ص: ۳۶۰

۴۔ حیدر علی آتشؔ، کلیاتِ آتش، لاہور: اسد نیئر پرنٹرز، ۲۰۱۲ء، ص: ۴۰۵

۵۔ تحریکِ پاکستان کے ممتاز رہنما میاں بشیر احمد نے اپنی لکھی ہوئی یہ نظم آل انڈیا مسلم لیگ کے ستائیسویں سالانہ اجلاس منعقدہ لاہور میں بتاریخ ۲۲ مارچ ۱۹۴۰ء کو قائدِ اعظم محمد علی جناح کی موجودگی میں پڑھی۔

۶۔ محمد عثمان جان، قائدِ اعظم ایک ہمہ گیر شخصیت، ص: ۱۹۰

۷۔ اجیت جاوید، ڈاکٹر، (مترجم: محمد عمر برنی)، وطن پرست اور سیکولر جناح، لاہور: سانجھ پبلی کیشنز، ۲۰۱۲ء، ص: ۳۲

۸۔ زوار حسین زیدی، ڈاکٹر، مدیرِ اعلیٰ: جناح پیپرز، جلد دوم، اسلام آباد: قائدِ اعظم پیپرز پروجیکٹ، ۲۰۰۰ء،

ص:۲۱

۹۔ محمد عثمان جان، قائدِاعظم ایک ہمہ گیر شخصیت، ص:۲۳۱

۱۰۔ ستار طاہر، اپنا قائدِاعظم۔ایک کاروانِ ادب، لاہور،۱۹۹۳ء، ص:۱۰

۱۱۔ علی چراغ محمد، اکابرینِ تحریکِ پاکستان، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۰ء، ص:۷۷

۱۲۔ محمد عثمان جان، قائدِاعظم ایک ہمہ گیر شخصیت، ص:۲۰۲

۱۳۔ ایضاً، ص:۲۰۱

۱۴۔ ایضاً، ص:۲۰۳

۱۵۔ ایضاً، ص:۲۰۸

۱۶۔ ایضاً، ص:۲۱۰

۱۷۔ ایضاً، ص:۲۱۳

☆......☆......☆